6

زمین بدل سکتی ہے آسمان بدل سکتا ہے
لیکن قرآن مجید کبھی ناکام نہیں ہو سکتا

ہماری جماعت اسلام کی خاطر جو مالی قربانی کر رہی ہے
اس کی مثال اور کہیں نہیں مل سکتی

(فرمودہ 10 فروری 1956ء بمقام ربوہ)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''آج چونکہ میں خطبہ میں ایک سے زیادہ باتیں کہنی چاہتا ہوں۔ اس لیے میں وہ باتیں اختصار سے بیان کرتا جاؤں گا۔

(1) پچھلے خطبہ جمعہ میں مَیں نے جامعۃ المبشرین کے طلباء کے متعلق ایک امر کا ذکر کیا تھا۔ اس خطبہ کے بعد طلباء نے متفقہ طور پر مولوی ابوالعطاء صاحب کے ہاتھ مجھے ایک درخواست بھیجی ہے جس میں انہوں نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ ہمارے اس قسم کے خیالات نہیں۔ اگر ہم میں سے کسی طالبعلم نے اس قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے تو ہم سب اس پر افسوس کا اظہار کرتے ہیں اور اس کی معافی چاہتے ہیں۔ غرض وہ بات تو ختم ہوگئی۔ اب اس کے متعلق

میں مزید کچھ کہنا نہیں چاہتا۔اس طرح ایک لڑکے کے متعلق مجھے معلوم ہوا تھا کہ خطبہ کے بعد اس کے باپ نے اس سے پوچھا کہ تم نے تو اس قسم کی کوئی بات نہیں کہی؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں اکیلا ہی تو مجرم نہیں ہمارے شاہدین ہی ایسے ہیں۔ اب اس لڑکے نے کہا ہے کہ میری غرض اس بات کے بیان کرنے سے یہ نہیں تھی کہ ہم سب کا خیال ہے کہ شاہدین کو کم گزارہ ملتا ہے بلکہ میری غرض یہ تھی کہ جب حضور نے سب کو جھاڑا ہے تو میں اکیلا ہی مجرم نہیں۔ جامعۃ المبشرین کے سب طلباء مجرم ہیں۔آخر حضور نے ہم سب کو ڈانٹا ہے تو غلط طور پر تو نہیں ڈانٹا۔ اس کے والد نے بھی اس بات کی تصدیق کی ہے کہ واقع میں اُس کا یہی منشا تھا۔ اب چاہے یہ غلط ادب ہی کیوں نہ ہو بہرحال اُس طالبعلم نے میری بات کو سچا ثابت کرنے کی کوشش کی اور پھر وضاحت بھی کر دی کہ اُس کا کیا منشا تھا۔ بہرحال جامعۃ المبشرین کے طلباء کے متعلق جو غلط فہمی پیدا ہوگئی تھی اُس کا ازالہ ہوگیا ہے۔

مگر پھر بھی میں جماعت کے دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ جس طرح کوئی دنیوی حکومت بغیر فوج کے نہیں چل سکتی اِسی طرح کوئی دینی جماعت بغیر علماء کے نہیں چل سکتی۔ دیکھو! دنیا کی اکثر حکومتیں فوج کی جبری بھرتی کی قائل ہیں اور وہ یہی کہتی ہیں کہ اگر قوم کے نوجوان یہ کہیں کہ فوج میں چونکہ زیادہ تنخواہ نہیں ملتی اس لیے ہم فوج میں نہیں جاتے تو ملک کیسے بچ سکتا ہے۔ ملک صرف اِسی طرح بچ سکتا ہے کہ اگر نوجوان والنٹئیر کے طور پر فوج میں شامل نہ ہوں تو انہیں جبری طور پر اس میں بھرتی کر لیا جائے۔ اِس اصول کے مطابق اکثر دنیوی حکومتوں نے ضرورت کے وقت جبری بھرتی کا قانون تسلیم کیا ہے۔ دینی جماعتوں کی فوج اُن کے علماء ہیں۔ اگر کسی دینی جماعت کے علماء شوق سے دین کی خدمت کے لیے آگے نہیں آتے اور اگر وہ شوق سے دین کی خاطر اپنی زندگیاں وقف نہیں کرتے تو اُس جماعت کا حق ہے کہ وہ اپنے افراد سے کہے کہ اگر تم اِس جماعت میں رہنا چاہتے ہو تو تمہیں لازماً اپنی زندگی وقف کرنی پڑے گی اور اس بات کو کوئی شخص ظلم نہیں کہہ سکتا۔ دنیا میں ہر ملک کی حکومت ضرورت کے وقت جبری بھرتی کرتی ہے۔ امریکہ میں بھی جبری بھرتی ہو رہی ہے، فرانس میں بھی جبری بھرتی ہو رہی ہے، جرمنی میں بھی جبری بھرتی ہو رہی ہے، روس اور

دوسرے اکثر ممالک میں بھی جبری بھرتی ہو رہی ہے۔ انگلستان میں پہلے جبری بھرتی کا قانون نہیں تھا لیکن اب اس میں بھی جبری بھرتی درست تسلیم کی جاتی ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں ملک کے بچاؤ کے لیے فوج کا ہونا ضروری ہے۔ اگر ملک کے نوجوان اس وجہ سے کہ فوج میں تنخواہیں کم ہیں فوج کی ملازمت کے لیے آگے نہیں آتے تو ملک کی حفاظت کیسے ہو گی اور حکومت کے پاس اس کے بغیر اَور کیا چارہ ہے کہ وہ انہیں جبری طور پر فوج میں بھرتی کرے۔ اور جو شخص فوج میں بھرتی ہونے سے انکار کرے اسے جیل خانہ میں ڈال دے۔ ہماری جماعت کو بھی فوج کی ضرورت ہے اور وہ فوج علماء اور مبلغین ہیں۔ اگر ہماری جماعت کے نوجوان دینی علوم کے حصول کے لیے اور پھر اس کے بعد دینی خدمت کے لیے آگے نہیں آتے تو مجبوراً ہمیں بھی انہیں جبر سے اِس طرف لانا پڑے گا۔ اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہمارے پاس دنیوی جیل خانے نہیں اور نہ ہمارے پاس حکومت ہے کہ ہم انہیں اس قسم کی کوئی سزا دے سکیں۔ لیکن محبت اور تعلق کا جیل خانہ تو ہمارے پاس موجود ہے۔ اگر کوئی شخص وقف میں نہیں آئے گا تو ہم کہیں گے اچھا آئندہ ہم تم سے کوئی تعلق نہیں رکھیں گے۔ آخر جو شخص مسلمان ہوتا ہے وہ کسی جبر کی وجہ سے مسلمان نہیں ہوتا وہ اپنی مرضی سے مسلمان ہوتا ہے، وہ اپنی مرضی سے احمدی ہوتا ہے۔ اور جو شخص اپنی مرضی سے احمدیت کو قبول کرتا اور جماعت کا ایک فرد بن جاتا ہے اُس کی نظر میں جماعت کے تعلق کی کوئی نہ کوئی قیمت ضرور ہوتی ہے۔ اس لیے ہم اسے کہہ سکتے ہیں کہ اگر تمہارے خیال میں جماعتی تعلق کی کوئی قیمت ہے تو تم اس کی خدمت کے لیے اپنی زندگی پیش کرو۔ اور اگر تم اس کی خدمت کے لیے آگے نہیں آؤ گے تو ہم تم سے اپنی محبت کے تعلق کو توڑ دیں گے۔ اگر دنیوی حکومتوں نے اپنی ضروریات کے وقت جبری بھرتی کا قانون جائز رکھا ہے تو ہم اپنے نوجوانوں کو وقف کے لیے کیوں مجبور نہیں کر سکتے؟ آخر تمہاری اُمنگیں اور تمہارے جذبات امریکہ کے نوجوانوں کی اُمنگوں اور جذبات سے زیادہ نہیں، تمہاری اُمنگیں اور جذبات انگلستان کے نوجوانوں کی اُمنگوں اور جذبات سے زیادہ نہیں، تمہاری اُمنگیں اور جذبات یورپ کے نوجوانوں کی اُمنگوں اور جذبات سے زیادہ نہیں۔ اگر ان ممالک کے نوجوان کم گزارہ پر ملک کی خدمت کے لیے آگے آ جاتے ہیں اور اگر وہ آگے نہیں آتے

تو انہیں جبراً آگے لایا جاتا ہے تو دین کی خدمت کے لیے زندگی وقف کرانے کے لیے جماعت کے نوجوانوں پر روحانی دباؤ سے کام کیوں نہیں لیا جاسکتا۔ انگلستان میں فوجی سپاہیوں کو کھانے کے علاوہ جو رقم دی جاتی ہے اُس سے زیادہ رقم وہ اپنے چوڑھوں کو دے دیتے ہیں۔ اور اِس قدر رقم بھی تھوڑے عرصہ سے ملنی شروع ہوئی ہے ورنہ ایک زمانہ ایسا تھا جب وہاں ایک سپاہی کو اُس کے کھانے کے اخراجات کے علاوہ صرف دو شلنگ یعنی ڈیڑھ روپیہ ماہوار دیا جاتا تھا۔ گویا ایک سپاہی کی تنخواہ چھ روپے ماہوار تھی۔ اب اس تنخواہ کو بڑھا دیا گیا ہے لیکن پھر بھی وہ تنخواہ ایسی زیادہ نہیں۔ پس اگر دنیوی حکومت فوجی بھرتی کے لیے جبر کا استعمال کرتی ہے اور کوئی شخص اس پر اعتراض نہیں کرتا تو دینی سلسلہ، علماء تیار کرنے کے لیے اپنے نوجوانوں کو روحانی دباؤ ڈال کر کیوں آگے نہیں لاسکتا۔

اَور حکومتوں کو جانے دو پاکستان کی حکومت کو ہی لے لو۔ اگر اسے ملک کی حفاظت کے لیے کافی نوجوان فوج میں بھرتی کرنے کے لیے نہ ملیں تو لازماً وہ اِس بات پر مجبور ہو گی کہ اس کے لیے جبری بھرتی کرے اور کسی شخص کو اس پر اعتراض کرنے کا حق نہیں ہو گا۔ اور پھر ملک جو تنخواہ بھی ان نوجوانوں کو دے گا وہ انہیں منظور کرنی پڑے گی۔ اِس وقت بھی جبکہ ہماری حکومت فوجی بھرتی کے لیے جبر کا استعمال نہیں کرتی ایک سپاہی کی تنخواہ علاوہ راشن کے بتیس تینتیس روپے سے زیادہ نہیں۔ لیکن ایک معمولی چپڑاسی کی تنخواہ اس سے کہیں زیادہ ہے حالانکہ سپاہی ملک کے لیے اپنی جان پیش کرتا ہے اور اس پر بہت کچھ پابندیاں عائد ہوتی ہیں لیکن چپڑاسی کو نہ اپنی جان پیش کرنا پڑتی ہے اور نہ اُس پر اتنی پابندیاں عائد ہوتی ہیں۔ گویا تنخواہ کے لحاظ سے فوج کا سپاہی معمولی چپڑاسی سے کم ہے لیکن محض اس لیے کہ اُس کے وجود کی ملک کو ضرورت ہوتی ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں کرتا۔

انگلستان میں ایک دفعہ ایسا ہوا تھا کہ بعض لوگوں نے جبری بھرتی پر اعتراض کیا تھا اور کہا تھا کہ ایسا کرنا آزادیِ ضمیر کے خلاف ہے لیکن جب جرمنی کے مقابلہ میں انگلستان کو لڑنا پڑا تو حکومت نے ملک میں جبری بھرتی کا قانون پاس کر دیا۔ پھر جیسا کہ میں نے بتایا ہے امریکہ میں بھی جبری بھرتی کا قانون نافذ ہے۔ حال ہی میں مجھے ایک امریکن احمدی نوجوان

نے لکھا ہے کہ میں دین کے لیے اپنی زندگی وقف کرتا ہوں لیکن میں فوری طور پر اپنے آپ کو پیش نہیں کر سکتا کیونکہ جبری بھرتی کے قانون کے ماتحت میں آئندہ پانچ سال تک فارغ نہیں ہو سکتا۔ چونکہ اس عرصہ کے ختم ہونے سے پہلے حکومت مجھے آنے نہیں دے گی اس لیے جب یہ مدت ختم ہو جائے گی تو پھر میں کام کے لیے آ جاؤں گا۔

پس جماعت کے نوجوانوں کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ سلسلہ کا کام علماء نے کرنا ہے اور اگر علماء کی صف میں رخنہ پیدا ہوا تو سلسلہ ختم ہو جائے گا۔ پس تم اِس نقطہ نگاہ سے نہ سوچا کرو کہ ہمیں کیا گزارہ ملتا ہے بلکہ تم اِس نقطہ نگاہ سے سوچا کرو کہ کیا تمہارے بغیر دین باقی رہ سکتا ہے۔ اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ سلسلہ احمدیہ روحانی طور پر ہمیشہ قائم رہے گا۔ اگر تم اپنے آپ کو آگے نہیں لاؤ گے تو خدا تعالیٰ دوسرے نوجوانوں کو اس کام کے لیے کھڑا کر دے گا۔ لیکن یہ تو روحانی مسئلہ ہے۔ اگر جسمانی طور پر دیکھا جائے تو جس طرح فوج کے بغیر کسی دنیوی حکومت کا برقرار رہنا ممکن نہیں اِسی طرح علماء نہ ہوں تو دین قائم نہیں رہ سکتا۔ دینی جماعت کی فوج اُس کے علماء ہیں۔ اگر علماء ہی نہ ہوں گے تو تبلیغ کیسے وسیع ہو گی، اسلام کی اشاعت کیسے ہو گی۔

اِس وقت حالت یہ ہے کہ ہمارے پاس جو مبلغ ہیں وہ بہت تھوڑے ہیں اور دنیا ہم سے مبلغین مانگ رہی ہے۔ امریکہ والے مبلغ مانگ رہے ہیں، یورپ والے مبلغ مانگ رہے ہیں، ویسٹ افریقہ والے مبلغ مانگ رہے ہیں، ایسٹ افریقہ والے مبلغ مانگ رہے ہیں لیکن مالی لحاظ سے ہماری یہ حالت ہے کہ ہم ان مبلغین کو بھی جو اِس وقت ہمارے پاس ہیں اور ان کی تعداد بہت تھوڑی ہے گزارہ نہایت قلیل مقدار میں دے رہے ہیں۔ بلکہ جو گزارہ ہم دے رہے ہیں بعض اوقات اُس کی ادائیگی بھی مشکل ہو جاتی ہے کیونکہ خزانہ میں روپیہ نہیں ہوتا۔ مثلاً پچھلے سال میرے یورپ جانے پر جماعت نے بہت بڑی قربانی کی لیکن پھر بھی ہماری یہ حالت تھی کہ تحریک جدید کے کارکنوں کو دو ماہ تک گزارہ نہیں مل سکا۔ اور اِس کی وجہ یہی تھی کہ چندہ نہیں آیا تھا اور خزانہ میں روپیہ نہیں تھا۔ اب اگر نئے علماء پیدا ہوتے رہیں تو ہم مبلغین کی تعداد بھی بڑھا سکیں گے اور مبلغین کی تعداد بڑھے گی تو وہ جماعت میں بھی بیداری پیدا

کریں گے، ان میں اخلاص پیدا کریں گے اور والدین کو مجبور کریں گے کہ وہ اپنی اولاد کی تربیت اِس رنگ میں کریں کہ وہ بڑے ہو کر اچھے کام کر سکیں، زراعت اچھی کر سکیں، تجارت اچھی کر سکیں، صنعت وحرفت میں ترقی کریں۔ اِس طرح جماعت کی آمدنی بڑھے گی اور جب جماعت کی آمدنی بڑھے گی تو چندہ بھی زیادہ آئے گا اور اس طرح نہ صرف مبلغین کے گزارے بڑھائے جا سکیں گے بلکہ مبلغین کی تعداد بڑھانے سے جماعت کی تعداد میں بھی اضافہ ہو گا بلکہ ایک وقت وہ بھی آئے گا جب تمہیں لاکھوں مبلغ پیدا کرنے ہوں گے اور اگر تم لاکھوں مبلغ پیدا نہیں کرو گے تو تم دنیا کو مسلمان کیسے بنا سکو گے؟

بہرحال یہ روحانی پہلو تھا جو میں نے بیان کر دیا ہے۔ ورنہ طلباء کی طرف سے متفقہ طور پر درخواست آ گئی ہے کہ ہمارے یہ خیالات نہیں۔ پس اُن کے متعلق جو غلط فہمی پیدا ہو گئی تھی وہ دور ہو گئی ہے لیکن پھر بھی میں انہیں بتانا چاہتا ہوں کہ اسلام اور احمدیت کی تبلیغ تمہارے ساتھ وابستہ ہے۔ اس لیے تم اس کام کو خدا تعالیٰ کی خاطر کرو اور دو طرف سے بدلہ لینے کی کوشش نہ کرو۔ یعنی ایک طرف تو تم تحریک جدید سے اعلیٰ سے اعلیٰ گزارے مانگو اور دوسری طرف خدا تعالیٰ سے بھی ثواب اور برکت کی امید رکھو۔ اگر تمہیں تحریکِ جدید سے حسبِ خواہش اپنا بدلہ مل گیا تو خدا تعالیٰ سے تم کس ثواب کے امیدوار ہو گے۔

بہرحال تمہیں یاد رکھنا چاہیے کہ اسلام اور احمدیت کی اشاعت تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اس لیے تمہارا فرض ہے کہ تم اپنے آپ کو اور اپنی نسلوں کو سدھارتے چلے جاؤ تا کہ دین کی خدمت کے لیے زیادہ سے زیادہ آدمی آگے آئیں۔ اگر تم دین کی خدمت کے لیے آگے نہیں آؤ گے اور اپنی نسلوں کو اس کام کے لیے تیار نہیں کرو گے تو خدا تعالیٰ اس کام کے لیے اور لوگ کھڑے کر دے گا کیونکہ یہ سلسلہ خدا تعالیٰ کا قائم کردہ ہے کسی انسان کا قائم کردہ نہیں۔ تمہیں سوچنا چاہیے کہ کیا تمہاری نظر میں احمدیت کی کوئی قیمت ہے یا تم اسے چند روپوں کے بدلہ میں بیچنے کے لیے تیار ہو؟ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہودا اسکریوطی پر کتنا مذاق اُڑایا ہے کہ اُس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تیس سِکّوں میں یہودیوں کے ہاتھ بیچ دیا تھا۔ اسلام تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بہت زیادہ قیمتی ہے۔ اگر تم احمدیت کو

جو حقیقی اسلام ہے سَو یا دو سَو کے پھیر میں آ کر بیچنے کے لیے تیار ہو تو کیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہی مذاق جو آپ نے یہودا اسکریوطی سے کیا تھا تم پر چسپاں ہوتا ہے یا نہیں؟ بہرحال میں ان چند فقرات پر اپنے پچھلے خطبہ کے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

دوسری بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آج ہی ایک خبر آئی ہے جس سے پتا لگتا ہے کہ اب یورپ کی حکومتیں براہِ راست اسلام کی اشاعت میں دخل دے رہی ہیں۔ آج ہی سپین کے مبلغ کا خط آیا ہے جس میں اُس نے لکھا ہے کہ پانچ سات نئے احمدی میرے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ خفیہ پولیس آ گئی اور اُس نے اُن احمدی دوستوں سے کہا کہ تم حکومت کے باغی ہو کیونکہ حکومت کا مذہب تو رومن کیتھولک ہے لیکن تم نے اسلام کو قبول کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان احمدیوں کو ثابت قدمی دکھانے کی توفیق دی۔ انہوں نے کہا ہم حکومت کے باغی نہیں ہم حکومت کے فرمانبردار ہیں۔ بلکہ تم سے زیادہ فرمانبردار ہیں۔ لیکن اس بات کا مذہب کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ جہاں تک حکومت کے قانون کا سوال ہے ہم اس کی پابندی کرنے کے لیے ہر وقت تیار ہیں لیکن جہاں تک مذہب کا سوال ہے حکومت کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ جب ہمیں یہ بات سمجھ آ گئی ہے کہ اسلام سچا مذہب ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خدا تعالیٰ کے سچے رسول ہیں تو تم اِس سے روکنے والے کون ہوتے ہو؟ چنانچہ وہ لوگ واپس چلے گئے۔ لیکن اِس سے پتا لگتا ہے کہ اب بعض جگہوں پر حکومتوں میں بھی یہ احساس پیدا ہونے لگ گیا ہے کہ اسلام پھیل رہا ہے، اسے کسی نہ کسی طرح روکنا چاہیے۔ اور جہاں بھی اسلام پھیلے گا یہ احساس ضرور پیدا ہو گا کیونکہ مُلّا ہر جگہ موجود ہیں۔ صرف فرق یہ ہے کہ کسی جگہ اسلام کے ماننے والے مُلّا ہیں اور کسی جگہ حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کا بیٹا ماننے والے مُلّا ہیں۔ اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ سارے مُلّا بُرے نہیں ہوتے۔ عیسائیوں میں بھی کئی نیک فطرت پادری ہیں جو لوگوں کی اصلاح اور خدمتِ خلق کا کام کرتے ہیں اور ہم انہیں بُرا نہیں کہتے بلکہ انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اِسی طرح مسلمانوں کے علماء میں سے بھی وہ لوگ جو دوسروں کی اصلاح کی طرف متوجہ ہیں اور خدمتِ خلق کا کام کرتے ہیں ہم اُن کی عزت کرتے ہیں بلکہ ہمیں تو اس بات پر حیرت آتی ہے کہ مسلمان مُلّا کے لفظ سے چڑتے

کیوں ہیں حالانکہ یہ لفظ تعظیم کے لیے بنایا گیا تھا اور ہمارے کئی بزرگوں کے ناموں سے پہلے مُلّا کا لفظ آتا ہے۔ درحقیقت یہ لفظ مَــوْلَایَ کا مخفّف ہے جس کے معنے ہیں ''میرے آقا'' یا ''میرے سردار''۔ اِسی کے خلاصہ کے طور پر مُلّا کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے اور بعض جگہ مولوی کے لفظ سے اس کا مفہوم ادا کیا جاتا ہے۔ بہرحال اگر کسی عالمِ دین کو اصلاحِ اخلاق اور خدمتِ خلق کی توفیق ہے تو چاہے وہ مسلمان ہو، پادری ہو، پنڈت ہو، ہمارے نزدیک وہ بزرگ ہے کیونکہ وہ مذہب کا اصل کام کر رہا ہے۔ مگر باوجود یہ تسلیم کرنے کے کہ دنیا کے ہر مذہب میں نیک اور صالح علماء پائے جاتے ہیں یہ ایک حقیقت ہے کہ جب عالم لوگ دیکھتے ہیں کہ اب ہمارے ہاتھ سے رسّہ نکل رہا ہے تو وہ مخالفت کرنے لگ جاتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے سپین میں یہ احساس پیدا ہو رہا ہے کہ اسلام کے پھیلنے کی وجہ سے اب وقت آ گیا ہے کہ اسے پوری طاقت کے ساتھ دبا دیا جائے۔ اِس کا یہی علاج ہے کہ ہمارے پاس زیادہ مبلغ ہوں تا کہ وہ بڑی تعداد میں وہاں جائیں اور اسلام کی اشاعت کریں اور لوگوں کے شکوک و شبہات کو دور کریں۔ دوسری صورت اِس کے علاج کی یہ ہے کہ اس ملک میں کثرت سے دینی لٹریچر بھیجا جائے تا کہ اس کا مطالعہ کرنے کے بعد وہاں کے لوگ حق و باطل میں امتیاز کر سکیں۔ سپین کو ہی لے لو وہاں ہماری بعض کتابوں کا ترجمہ شائع کیا جا رہا تھا لیکن حکومت نے اس کی اشاعت روک دی۔ اور جو کتابیں چَھپ چکی تھیں اُن کے متعلق حکم دے دیا کہ انہیں ملک میں تقسیم نہ کیا جائے۔ لیکن خداتعالیٰ نے اَور راستے کھول دیئے۔ اب وہی تراجم انگلستان میں شائع کرنے کے بعد وہاں پہنچ رہے ہیں اور جو کتابیں وہاں براہِ راست فروخت نہیں ہو سکتی تھیں انہیں انگلستان کی جماعت منگواتی ہے اور پھر ڈاک کے ذریعہ سپین میں بھیج دیتی ہے۔ اِس طرح وہاں اشاعتِ اسلام کا کام ہو رہا ہے۔

تیسری بات جو میں آج بیان کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ حال ہی میں کراچی میں بہائیوں کا ایک جلسہ ہوا ہے جس میں ایک ایسی بات کہی گئی ہے جو فتنہ پھیلانے کا موجب ہے۔ اگرچہ وہاں گورنمنٹ کے بھی آدمی ہوں گے اور انہوں نے اسے افسرانِ متعلقہ تک پہنچا دیا ہو گا لیکن میں بھی اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اس کی تردید کروں۔ وہاں سے ایک

دوست نے مجھے رپورٹ بھجوائی ہے کہ بہائی بیرسٹر آسانند صاحب نے اپنی تقریر میں چودھری محمد علی صاحب وزیراعظم پاکستان سے اپنی ایک ملاقات کا ذکر کیا اور کہا کہ میں اُن سے ملا اور کہا کہ آپ نے جو کانسٹی ٹیوشن بنائی ہے وہ اسلامی نہیں کیونکہ اسلام تو فیل ہو چکا ہے۔ ہاں! آپ نے بہائی تعلیم کا خلاصہ پیش کر دیا ہے۔ اِس پر چودھری محمد علی صاحب نے کہا کہ ہم نے تو اسلامی دستور بنانے کی کوشش کی تھی یہ علیحدہ بات ہے کہ ہم اس میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ یہ بات چونکہ ہمیں کئی واسطوں سے پہنچی ہے اس لیے ہم اس کا تعیّن تو نہیں کر سکتے۔ لیکن تاہم اگر اس کا یہ مطلب ہے کہ چودھری محمد علی صاحب نے یہ کہا کہ انہیں قرآن کریم سے تو کوئی دستور نہیں ملا کیونکہ وہ تو پہلے ہی فیل ہو چکا تھا۔ ہاں! انہوں نے بہائی تعلیم کا خلاصہ پیش کر دیا ہے۔تو میں سمجھتا ہوں یہ محض جھوٹ اور افترا ہے۔ میں چودھری محمد علی صاحب کو ان کی طالبعلمی کے زمانہ سے جانتا ہوں۔ چاہے وہ احمدی نہیں اور عقیدہ کے لحاظ سے انہیں مجھ سے کتنا ہی اختلاف ہو لیکن میں جانتا ہوں کہ انہیں بچپن سے قرآن کریم اور اسلام سے محبت اور اخلاص رہا ہے۔ اِس لیے میں یہ بات ماننے کے لیے ہرگز تیار نہیں کہ انہوں نے یہ کہا ہو کہ اسلام فیل ہو چکا ہے اس لیے ہم اسلامی دستور تو نہیں بنا سکے۔ ہاں! ہم نے بہائیت کی تعلیم کا نچوڑ لے لیا ہے۔ یہ بات محض جھوٹ ہے اور ان کے منہ سے ہرگز نہیں نکل سکتی۔ کیونکہ انہیں قرآن کریم اور اسلام سے محبت ہے۔ اور جس شخص کو بچپن سے ہی قرآن کریم اور اسلام سے محبت اور اخلاص رہا ہو اِس قسم کی بات وہ اپنے منہ سے نہیں نکال سکتا۔

قرآن کریم میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب حضرت عائشہؓ کے متعلق اِفک کیا گیا تو سننے والوں نے کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ صریح بُہتان ہے [1] کیونکہ ہم حضرت عائشہؓ کو جانتے ہیں، اُن کے اخلاق اور حالات سے واقف ہیں۔ اُن کے سابق کیریکٹر کو دیکھتے ہوئے ہم یہ بات ماننے کے لیے ہرگز تیار نہیں کہ انہوں نے اِس قسم کی حرکت کی ہو۔ اِسی طرح قرآن کریم میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آتا ہے کہ آپ نے کفار سے کہا کہ دیکھو کہ میں ایک لمبا عرصہ تم میں رہا ہوں اور تم جانتے ہو کہ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور جب میں نے اتنے لمبے عرصہ میں بندوں کے متعلق کبھی جھوٹ نہیں بولا تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں یکدم خدا تعالیٰ

پر جھوٹ بولنے لگ جاؤں۔2

گو اِن آیات میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ایک معیار بیان کیا گیا ہے مگر اس میں ایک عام قانون کا بھی ذکر ہے جسے ہر شخص پر چسپاں کیا جا سکتا ہے۔ اِس قانون کے مطابق میں کہہ سکتا ہوں کہ چونکہ میں چودھری محمد علی صاحب وزیراعظم پاکستان کو بچپن سے جانتا ہوں اور اُن کے کیریکٹر سے پوری طرح واقف ہوں اس لیے میں یہ اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جہاں تک قرآن کریم اور اسلام کا سوال ہے وہ ایک نہایت پُر جوش اور اخلاص رکھنے والے شخص ہیں۔ اس لیے میں اُن کے متعلق یہ بات ماننے کے لیے تیار نہیں کہ انہوں نے اس قسم کی کوئی بات کہی ہو کہ قرآن کریم فیل ہو چکا ہے اس لیے ہمیں اسلامی دستور بنانے کے سلسلہ میں اس سے راہ نمائی حاصل نہیں ہوئی اور ہم نے بہائیت کی تعلیم کا خلاصہ کر دیا ہے۔ اگر کوئی شخص ان کے متعلق یہ بات کہتا ہے تو میں اُس سے کہوں گا کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ اگر تم سے کوئی شخص کسی کے ذاتی کیریکٹر کے خلاف کوئی بات کہے تو تم اُس کا فوراً انکار کر دو اور یہ بات چونکہ چودھری محمد علی صاحب کے کیریکٹر کے خلاف ہے اس لیے میں کہوں گا کہ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ جہاں تک قرآن کریم کے فیل ہو جانے کا سوال ہے اگر قرآن کریم فیل ہو گیا ہوتا تو پاکستانی لیڈر اسلامی دستور بنانے کی کیوں کوشش کرتے۔ ہاں! جواب کا آخری حصہ ایسا ہے کہ اس کے متعلق خیال کیا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے چودھری محمد علی صاحب نے بات ٹالنے کے لیے کہہ دیا ہو کہ ہم جس حد تک کام کر سکے ہیں اسے قوم کے سامنے پیش کر دیا ہے اس سے زیادہ ہم کیا کر سکتے تھے۔

پھر یہ کہنا بھی بالکل غلط ہے کہ اسلامی دستور کا جو خاکہ پیش کیا گیا ہے وہ بہائیت کی تعلیم کا نچوڑ ہے۔ بہائیت کی ایک تعلیم یہ ہے کہ ساری دنیا کی ایک زبان ہونی چاہیے مگر عجیب بات یہ ہے کہ بہاء اللہ کے دعوٰی سے پہلے ایک زبان جاری کرنے کی تحریک پیدا ہو چکی تھی اور اُس وقت اسپرانٹو (ESPRANTO) زبان بنائی گئی تھی جس کے متعلق تجویز کیا گیا تھا کہ اسے ہر ملک میں پھیلایا جائے۔ بہاء اللہ نے اس تحریک سے متأثر ہو کر اپنی کتابوں میں یہ لکھ دیا کہ ساری دنیا میں ایک ہی زبان ہونی چاہیے اور بہائی اِس پر بڑا فخر کرتے ہیں کہ دیکھو!

بہاء اللہ نے ساری دنیا میں ایک زبان جاری کرنے کی تحریک کی تھی حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ ایک زبان کے رواج کا خیال بہاء اللہ سے پہلے ہی موجود تھا اور اِسی خیال سے متأثر ہو کر بہاء اللہ نے اسے اپنی کتابوں میں شامل کر لیا مگر اب پاکستان کے دستور کو دیکھو تو اِس میں بنگالی اور اردو دونوں کو سرکاری زبانیں قرار دے دیا گیا ہے۔ پھر یہ بہائیت کا نچوڑ کیسے ہو گیا۔ بہائیت تو یہ کہتی ہے کہ ساری دنیا میں ایک ہی زبان ہونی چاہیے یہاں صرف پاکستان کے ملک میں دو سرکاری زبانیں قرار دے دی گئی ہیں۔ اب جس دستور میں دو زبانیں سرکاری قرار دے دی گئی ہوں وہ بہائیت کی تعلیم کا نچوڑ کیسے ہوا۔ اِسی طرح اَور بہت سی باتیں ہیں جو بہائیت کی تعلیم کے خلاف ہیں۔ پس اسلام فیل کہاں ہوا؟ ہم تو بہائیوں سے آج تک یہ پوچھتے رہے ہیں کہ وہ بتائیں کہ اسلام کہاں فیل ہوا ہے مگر وہ اب تک اس کا کوئی جواب نہیں دے سکے۔

1924ء میں جب میں انگلستان گیا تو وہاں میرے پاس ایک امریکن بنکر آیا جو بہائی تھا۔ اُس کے ساتھ اُس کی بیوی کے علاوہ دو عورتیں اَور بھی تھیں جن میں سے ایک انگریز تھی اور دوسری ایرانی۔ انگریز بہائی عورت بہت متعصب تھی۔ اُس نے مجھے کہا کہ آپ بہائی کیوں نہیں ہو جاتے؟ میں نے اسے جواب دیا کہ جب کوئی انسان کسی خاص منزل پر پہنچ جاتا ہے تو اُس کے لیے اُس منزل سے آگے جانے کے لیے کوئی وجہ ہونی چاہیے۔ میں نے قرآن کریم کا بغور مطالعہ کیا ہے اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ وہ سچا ہے۔ اور جب مجھ پر یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ قرآن کریم سچا ہے اور قیامت تک اس کی تعلیم جاری رہے گی تو مجھے اسے چھوڑ کر کسی اَور طرف جانے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ کہنے لگی جب پہلی تمام تعلیمیں بدل چکی ہیں تو قرآن کریم کیوں نہیں بدل سکتا؟ میں نے اُسے کہا کہ محض اِس خیال سے کہ پہلی تعلیمیں بدل چکی ہیں قرآن کریم کے متعلق بھی یہ بات مان لینا کہ وہ بدل سکتا ہے درست نہیں۔ ہمیں حقیقت پر بحث کرنی چاہیے۔ اس کے بعد اگر ہم کسی نتیجہ پر پہنچ جائیں تو اُس پر عمل کرنا چاہیے۔ آپ اسلام کی پندرہ بیس باتیں مجھے ایسی بتا دیں جن پر اب عمل کرنا ناممکن ہو یا بہائیت کی اعلیٰ درجہ کی تعلیم میں سے پندرہ بیس باتیں ایسی پیش کریں جو قرآن کریم میں موجود نہ ہوں۔ اگر آپ ایسا کریں تو میں بہائیت کی تعلیم کو مان لوں گا ورنہ اسے چھوڑ کر کسی اَور تعلیم

کے ماننے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ وہ کہنے لگی بہائیت کہتی ہے جھوٹ نہ بولو۔ میں نے کہا دنیا کا کون سا مذہب ہے جو کہتا ہے جھوٹ بولو۔ ہر مذہب یہی کہتا ہے کہ سچ بولو اور یہی قرآن کریم نے کہا ہے۔ پھر اُس نے کہا بہاء اللہ نے کہا ہے کہ عورتوں کے لیے تعلیم ضروری ہے۔ میں نے کہا یہ تعلیم بھی قرآن کریم میں موجود ہے۔ مثلاً قرآن کریم کہتا ہے کہ عورتیں بھی جنت میں جائیں گی 3 اور جنت میں وہ اُسی وقت جا سکتی ہیں جب وہ نمازیں پڑھیں گی، روزے رکھیں گی، زکوٰۃ دیں گی، حج کریں گی اور یہ کام بغیر تعلیم کے کیسے ہو سکتے ہیں؟ اگر انہیں یہ پتا ہی نہیں ہوگا کہ قرآن کریم کیا کہتا ہے، عبادات کیا ہیں، اخلاقِ فاضلہ کیا ہیں تو وہ جنت میں کیسے جائیں گی اور یہ تمام باتیں تعلیم کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اِس پر اُس عورت نے کہا دیکھیے بہائیت کہتی ہے کہ ایک سے زیادہ بیویاں نہیں کرنی چاہییں لیکن قرآن کریم تعدّدِ ازدواج کی تعلیم دیتا ہے جو بہت بڑا ظلم ہے۔ میں نے کہا یہ بحث کہ ایک بیوی پر کفایت کرنا بہتر ہے یا ضرورت کے وقت ایک سے زیادہ بیویاں کرنا مناسب ہے بہت لمبی ہے۔ میں صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر ایک سے زیادہ شادیاں کرنا ظلم ہے تو خود بہاء اللہ نے ایک سے زائد بیویاں کیوں رکھیں؟ اُس عورت نے کہا قرآن کریم تو چار بیویوں کی اجازت دیتا ہے۔ میں نے کہا اصل اعتراض تو ایک سے زیادہ بیویاں کرنے پر ہے تین یا چار بیویاں کرنے پر نہیں۔ اگر اصل اعتراض ایک سے زائد بیویاں کرنے پر ہے تو جس طرح یہ اعتراض چار بیویوں پر وارد ہوتا ہے اُسی طرح دو اور تین پر بھی وارد ہوتا ہے۔ اِس پر اُس انگریز عورت نے ایرانی عورت سے دریافت کیا کہ بہاء اللہ کی کتب میں اس کے متعلق کیا لکھا ہے؟ پہلے تو اُس نے حقیقت بیان کرنے سے گریز کیا لیکن بعد میں اصرار کرنے پر بتایا کہ یہ درست ہے کہ بہاء اللہ کی ایک سے زائد بیویاں تھیں۔ مگر ساتھ ہی کہنے لگی کہ بہاء اللہ نے کہا تھا کہ میری تعلیم کی جو تشریح عباس کرے گا وہی درست ہوگی اور عباس نے یہی کہا ہے کہ مرد ایک سے زائد بیویاں نہ کرے۔ میں نے کہا جب بہاء اللہ نے عملی طور پر تعدّدِ ازدواج کو تسلیم کیا ہے اور اُس نے خود ایک سے زیادہ بیویاں کی ہیں تو اب کون شخص یہ بات مان سکتا ہے کہ بہائیت کی تعلیم یہ ہے کہ مرد ایک سے زیادہ بیویاں نہ کرے۔ آخر وہ کہنے لگی اصل بات یہ ہے

کہ اُس نے دوسری شادی دعوٰی سے پہلے کی تھی دعوٰی کے بعد اس نے کوئی شادی نہیں کی۔ میں نے کہا بہائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ امام کو بچپن سے ہی غیب کا علم حاصل ہوتا ہے۔ اِس عقیدہ کے ماتحت جب بہاء اللہ کو بچپن سے ہی پتا تھا کہ تعدّدِ ازدواج ناجائز ہو جائے گا تو اُس نے ایک سے زائد بیویاں کیوں کیں؟ اِس پر وہ پھر گھبرا گئی اور مختلف بہانے بنا کر اُس نے پیچھا چُھڑانے کی کوشش کی لیکن جب میں نے مجبور کیا تو اُس نے کہا دعوٰی کے بعد بہاء اللہ نے اپنی ایک بیوی کو بہن قرار دے دیا تھا۔ میں نے کہا جب اُسے بچپن سے غیب کا علم تھا اور وہ جانتا تھا کہ یہ چیز ناجائز ہونے والی ہے تو اُس نے یہ کھیل کھیلا کیوں؟ آخر اِس تماشا کی ضرورت کیا تھی؟ پھر تمہارا یہ کہنا بھی درست نہیں کہ اس نے اپنی ایک بیوی کو بہن قرار دے دیا تھا۔ کیونکہ اگر اس نے اپنی ایک بیوی کو بہن قرار دے دیا تھا تو اس بہن کے ہاں بہاء اللہ سے اولاد کیوں ہوئی؟ محمد علی جو بہاء اللہ کا دوسرا نائب تھا اُس کی دوسری بیوی سے ہی تھا۔ میں نے کہا تم محمد علی سے ہی پوچھ لو کیا وہ دوسری بیوی سے نہیں؟ اُس وقت وہ زندہ تھا اور میں نے اُس عورت کو بتایا تھا کہ میں انگلستان آتا ہوا اُسے مل کر آیا ہوں۔ اِس پر اُس عورت نے کہا ہاں! آپ کی یہ بات درست ہے کہ محمد علی دوسری بیوی سے ہی پیدا ہوا تھا اور دعوٰی کے بعد پیدا ہوا تھا۔ لیکن پھر بھی یہ بات قابلِ اعتراض نہیں کیونکہ وہ دوسری بیوی سے شادی دعوٰی سے قبل کر چکے تھے۔ میں نے کہا اگر دعوٰی کے بعد بھی اس کے ہاں اولاد ہوئی ہے تو وہ بہن تو نہ ہوئی۔ امریکن عورت زیادہ معقول تھی۔ میری اِس گفتگو پر وہ کھڑی ہو گئی اور کہنے لگی کہ اگر یہ بات ہے تو پھر میں مسلمان ہوں بہائی نہیں ہوں۔

غرض قرآن کریم کے متعلق یہ کہنا کہ وہ فیل ہو گیا ہے ایک بالکل جھوٹا دعوٰی ہے۔ ان کا یہ دعوٰی تب سچا سمجھا جا سکتا تھا جب بہائی لوگ اس میں سے پندرہ بیس باتیں ایسی نکال کر پیش کرتے جن پر عمل نہ ہوسکتا۔ یا بہائیت کی تعلیم میں سے پندرہ بیس باتیں ایسی دکھاتے جو قرآن کریم میں موجود نہ ہوتیں اور اس کی تعلیم سے بہتر ہوتیں۔ یا بہاء اللہ کے دعوٰی کے بعد کوئی حکومت ایسی قائم ہوتی جو بہائیت کی تعلیم پر عمل کرتی۔ مگر حالت یہ ہے کہ جس قرآن کے متعلق بہائی لوگ کہتے ہیں کہ وہ فیل ہو چکا ہے اُس کی تعلیم پر عمل کرنے والوں کو

تو چند سال کے بعد ہی حکومت مل گئی تھی اور پھر انہوں نے سینکڑوں سال تک دنیا پر حکمرانی کی اور بہائیوں کو ابھی تک اتنی توفیق بھی نہیں ملی کہ وہ اپنا بیت العدل ہی بنا سکیں۔ جس طرح ہمارے ہاں بیت المال ہے بہائیوں کے ہاں بیت العدل ہوتا ہے۔ انہوں نے مقامی طور پر تو بیت العدل بنایا ہوا ہے لیکن وہ ابھی تک عالمی بیت العدل کا قیام عمل میں نہیں لا سکے اور اب وہ علی الاعلان اس بات کا اظہار کرتے رہتے ہیں کہ ان کی ناکامی کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ وہ ابھی تک عالمی بیت العدل نہیں بنا سکے۔ پھر قرآن کریم کہاں فیل ہوا؟ قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرنے والوں نے تو نہ صرف ماضی میں سینکڑوں سال تک حکومت کی ہے بلکہ اب بھی پاکستان نے اسلامی دستور مرتّب کر لیا ہے۔

پس قرآن کریم نہ فیل ہوا ہے نہ آئندہ کبھی فیل ہو گا بلکہ یہ قیامت تک فیل نہیں ہو گا۔ زمین بدل سکتی ہے، آسمان بدل سکتا ہے، ایک قوم کی جگہ دوسری قوم آ سکتی ہے، ایک حکومت مِٹے تو اُس کی جگہ دوسری حکومت آ سکتی ہے، زبانیں مِٹ سکتی ہیں لیکن قرآن کریم کبھی فیل نہیں ہو سکتا۔ یہ خداتعالیٰ کا نازل کردہ قانون ہے جو ہمیشہ قائم رہے گا۔ اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ یہ فیل ہو گیا ہے وہ جھوٹ بولتا ہے اور ہم اب بھی اُسے چیلنج کرتے ہیں کہ وہ قرآن کریم کے چند ایسے احکام پیش کرے جو ناقابلِ عمل ہوں یا وہ کچھ باتیں ایسی پیش کرے جو نہایت مفید اور اعلیٰ درجہ کی تعلیمات پر مشتمل ہوں اور بہائیت میں ہوں قرآن کریم میں نہ ہوں۔

رنگون سے ایک دفعہ ایک بہائی نے ایک کتاب شائع کی جس میں اُس نے ذکر کیا کہ بہائیت نہایت اعلیٰ درجہ کی تعلیمات پر مشتمل ہے۔ بہائیت کہتی ہے کہ عورت سے نیک سلوک کرو، لڑکیوں کو تعلیم دو، ظلم نہ کرو، چوری نہ کرو، جھوٹ نہ بولو۔ میں نے اس کے جواب میں لکھا کہ تم کوئی ایک مذہب ہی ایسا بتا دو جو یہ کہتا ہو کہ عورت سے نیک سلوک نہ کرو، لڑکیوں کو تعلیم نہ دو، ظلم کرو، چوری کرو، جھوٹ بولو۔ دنیا میں کوئی مذہب ایسا نہیں جو اس قسم کی تعلیم دیتا ہو۔ دراصل بات یہ ہے کہ بہائیوں نے قرآن کریم کی تعلیم میں سے بعض پوائنٹ لے کر انہیں ایک علیحدہ تعلیم کے رنگ میں پیش کر دیا ہے ورنہ ہر سچائی قرآن کریم میں

موجود ہے۔

بہرحال چودھری محمد علی صاحب کے متعلق جس شخص نے یہ بات کہی ہے اس نے جھوٹ بولا ہے۔ میں چودھری محمد علی صاحب کو سالہا سال سے جانتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ اُن کے دل میں قرآن کریم اور اسلام کی سچی محبت پائی جاتی ہے اور پھر وہ نہایت ذہین ہیں۔ اگر اُن کے سامنے کوئی شخص یہ کہتا کہ قرآن کریم فیل ہو گیا ہے تو وہ کبھی خاموش نہیں رہ سکتے۔ پس اُن کی طرف اِس قسم کی بات منسوب کرنا محض لوگوں کو حکومت سے بدظن کرنا ہے۔ بیشک عقائد کے لحاظ سے وہ ہم سے اختلاف رکھتے ہیں لیکن میں اِس کا اظہار کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اُن کی طرف اِس قسم کی باتیں منسوب کرنا سخت ظلم ہے۔ اگر یہ باتیں چودھری ظفر اللہ خاں صاحب کی طرف منسوب ہوتیں اور ہم اُن کی تردید کرتے تو کہا جا سکتا تھا کہ چونکہ وہ احمدی ہیں اس لیے انہیں بچانے کے لیے اِس قسم کی تردید کی جا رہی ہے لیکن چودھری محمد علی صاحب تو احمدی نہیں۔ اس لیے یہاں یہ شبہ پیدا نہیں ہوسکتا۔ ہاں! انصاف کہتا ہے کہ میں اس کی تردید کروں کیونکہ میں انہیں سالہا سال سے جانتا ہوں۔ وہ اسلام کے شیدائی ہیں، قرآن کریم سے انہیں محبت ہے۔ اس لیے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اُن کے منہ سے کوئی ایسی بات نکلے جس سے اسلام کی ہتک اور تنقیص ہوتی ہو۔ پس اگر کسی نے اُن کی طرف اِس بات کو منسوب کیا ہے تو محض فتنہ کھڑا کرنے کے لیے ایسا کیا ہے۔ اول تو ہوسکتا ہے کہ اس قسم کا کوئی واقعہ ہوا ہی نہ ہو۔ لیکن اگر کوئی ایسا واقعہ ہوا ہے تو چودھری محمد علی صاحب کی طرف جو بات منسوب کی گئی ہے وہ بالکل جھوٹ ہے۔ اور یہ صرف میں ہی نہیں کہتا بلکہ جو شخص بھی چودھری محمد علی صاحب کے کیریکٹر سے واقف ہے وہ اسے جھوٹ قرار دے گا۔ اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ آجکل مسلمانوں میں بعض ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جو اسلام اور قرآن کریم کے خلاف باتیں سن کر چپ ہو جاتے ہیں۔ لیکن چودھری محمد علی صاحب اسلام اور قرآن کریم کی محبت رکھتے ہیں، ان کے اندر جوش اور اخلاص پایا جاتا ہے، ان کا ایسی بات کو سن کر چپ رہنا ناممکن ہے۔ پس یا تو یہ واقعہ ہوا ہی نہیں اور یا پھر کسی نے آدھی بات بیان کر دی ہے اور چودھری محمد علی صاحب نے جو منہ توڑ جواب اُس شخص کو دیا ہوگا اس کا ذکر نہیں کیا۔ آخر وہ وزیراعظم ہیں، تعلیم یافتہ آدمی

ہیں انہوں نے اسے ڈنڈا تو نہیں مارنا تھا۔ بہرحال تہذیب اور شرافت کے ساتھ انہوں نے اس کے اعتراض کا ضرور جواب دیا ہوگا لیکن بیان کرنے والے نے آدھی بات بیان کر دی اور ان کے جواب کا ذکر نہیں کیا اور اِس طرح اُس نے انہیں بدنام کرنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ جو شخص بھی چودھری صاحب کو جانتا ہے وہ اِس قسم کی بات اُن کی طرف منسوب کرنے والے کو جھوٹا ہی کہے گا کیونکہ وہ اسلام اور قرآن کریم سے بڑی محبت رکھتے ہیں۔

اِس کے علاوہ ایک یہ بات بھی بیان کی گئی ہے کہ ایک پارسی نے ایک لاکھ روپیہ چندہ دیا اور اس پر بڑے فخر کا اظہار کیا گیا ہے۔ حالانکہ اس میں فخر کی کونسی بات ہے۔ ہماری جماعت میں بہت سے ایسے آدمی ہیں جنہوں نے لاکھ لاکھ روپیہ سے زیادہ کی مالی قربانی کی ہے۔مثلاً چودھری ظفراللہ خان صاحب کو ہی لے لو انہوں نے مجھے اپنی زمین کا ایک حصہ بطور نذرانہ پیش کیا تھا تا کہ میں اپنا علاج کرا سکوں۔ میں نے وہ زمین تحریکِ جدید کو دے دی اور وہ ڈیڑھ لاکھ روپیہ میں بِکی۔ اب دیکھ لو چودھری ظفراللہ خان صاحب تاجر نہیں۔ وہ پارسی تو تاجر ہو گا اور اُس کی آمد چودھری ظفراللہ خان صاحب سے یقیناً بہت زیادہ ہو گی۔ چودھری ظفراللہ خان صاحب تو ملازم ہیں اور انکم ٹیکس ادا کرنے کے بعد ان کی تنخواہ میں سے دو ہزار یا اکیس سو ماہوار بچتے ہیں۔لیکن پھر بھی انہوں نے ڈیڑھ لاکھ روپیہ ایک وقت میں دے دیا۔ اِسی طرح میں نے ایک دفعہ حساب لگایا تو معلوم ہوا کہ میں نے جو چندے اور عطیّے جماعت کو دیئے ہیں اُن کو ملایا جائے تو دولاکھ ستّر ہزار کے قریب رقم بنتی ہے۔ اگر انہیں ایک تاجر نے ایک لاکھ روپیہ دے دیا تو اس میں فخر کی کونسی بات ہے۔ ہماری جماعت میں اِس کی کئی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ میں نے ایک مثال چودھری ظفراللہ خان صاحب کی ہی دی ہے۔ وہ اگرچہ غریب آدمی ہیں مگر انہوں نے ڈیڑھ لاکھ روپیہ دیا۔ اِس کے علاوہ بھی اَور بعض رقوم ہیں جو مختلف مدّات میں انہوں نے دیں۔ اگر اُن کو بھی شامل کر لیا جائے تو ان کا چندہ اڑھائی لاکھ روپیہ کے قریب بن جاتا ہے۔ پھر اِس کی مثالیں گزشتہ زمانہ کے مسلمانوں میں بھی پائی جاتی ہیں۔ دہلی میں چاندنی چوک کو ہی دیکھ لو اس علاقہ میں لاکھوں روپیہ کے

وقف موجود ہیں۔ پس اگر کوئی کروڑ پتی تاجر ایک لاکھ روپیہ چندہ دے دیتا ہے تو اِس میں فخر کی کون سی بات ہے۔ ہماری جماعت میں تو چوبیس روپے ماہوار کمانے والا بھی ڈیڑھ روپیہ ماہوار چندہ دے دیتا ہے اور یہ ایسی قربانی ہے جس کی مثالیں یورپ اور امریکہ میں بھی نہیں پائی جاتیں۔اب میں نے امریکہ میں وصیت کی تحریک کی ہے اور ہمارے مبلغ نے لکھا ہے کہ وہاں اِس تحریک کو سنتے ہی تین امریکنوں نے وصیت کر دی ہے۔غرض ہماری جماعت کے افراد جس قدر مالی قربانی کر رہے ہیں اِس کی مثال اَور کہیں نہیں مل سکتی۔ ایک آدمی پندرہ بیس روپے کماتا ہے اور اِس رقم میں اُس کے گھر کا گزارہ بھی نہیں چلتا۔ وہ خود فاقے رہتا ہے لیکن روپیہ ڈیڑھ روپیہ چندہ دے دیتا ہے۔ پھر کسی کروڑ پتی کے لیے صرف ایک دفعہ ایک لاکھ روپیہ دے دینا کونسی مشکل بات ہے؟ میں نے لارڈ نفیلڈ کے متعلق ایک خطبہ میں بیان کیا تھا کہ اُس نے پچھلی جنگ میں ایک لاکھ پونڈ بطور چندہ دیا تھا۔ اِس پر چودھری ظفراللہ خان صاحب نے مجھے بتایا کہ ایک انگریز نے مجھ سے ذکر کیا کہ آپ اسے کوئی بڑا کمال نہ سمجھیں۔ اُن دنوں گورنمنٹ کی طرف سے ہمارے ملک میں ایک پونڈ پر ساڑھے انیس شلنگ ٹیکس لگتا تھا۔ اس لیے اگر کوئی شخص ایک پونڈ چندہ دیتا تو اس کے معنے یہ ہوتے کہ اُس نے صرف چھ پنس چندہ دیا ہے کیونکہ پونڈ کا باقی حصہ بہرحال ٹیکس میں جانا تھا۔ لارڈ نفیلڈ نے بھی خیال کیا کہ چلو اتنے ہزار پونڈ تو میں نے ٹیکس دینا ہی تھا کچھ اَور ڈال کر ایک لاکھ پونڈ چندہ دے دو تا کہ ملک میں میری شہرت ہو جائے اور میں لیڈر بن سکوں۔

بہرحال اس تاجر کا ایک لاکھ روپیہ چندہ دے دینا کوئی بڑی بات نہیں۔ اس سے زیادہ چندہ دینے والے ہماری جماعت میں بھی پائے جاتے ہیں۔ بلکہ ہم میں سے اکثر باوجود کم آمد ہونے کے اپنی حیثیت سے بہت بڑھ کر چندہ دیتے ہیں۔ مجھے ہی دیکھ لو اگر میں اپنے چندے گِناؤں تو ایک قسم کی تعلّی ہو جاتی ہے۔لیکن پھر بھی اِس بیماری کے باوجود جتنی رقم چندہ میں مَیں دے رہا ہوں اُس کے مقابلہ میں اِس پارسی کی قربانی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔حال ہی میں مَیں نے اپنی ایک زمین جو تھل میں تھی تحریکِ جدید کو دی۔ یہ زمین 650 ایکڑ تھی جس میں سے صرف 140 ایکڑ مجھے ملی باقی زمین حکومت نے

لے لی۔ یہ زمین میں نے پچاس ہزار روپیہ میں خریدی تھی۔ میں نے وکیل اعلیٰ تحریکِ جدید کو کہا کہ میری طرف سے یہ زمین وقف ہے۔ چاہے تم اس سے فائدہ اُٹھاؤ یا اسے بیچ دو۔ پس ہماری جماعت میں ایسے قربانی کرنے والے لوگ پائے جاتے ہیں کہ جن کے مقابلہ میں اُس پارسی تاجر کی قربانی کوئی حیثیت نہیں رکھتی اور یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہمیں اس قربانی کی توفیق دی ہے۔

مخالفین ہم پر اعتراض کرتے ہیں کہ ہم مرزا صاحب کو نَعُوْذُ بِاللّٰہِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ ہم تو خدا تعالیٰ کو سب سے بڑا سمجھتے ہیں۔ اگر ہم مرزا صاحب کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا سمجھتے تو ہم انہیں سجدہ بھی کرتے لیکن ہم تو خدا تعالیٰ کے سوا کسی کے آگے سجدہ کرنا حرام سمجھتے ہیں۔ لیکن بہائیوں کی یہ حالت ہے کہ جب عباس آفندی امریکہ سے واپس آیا تو اُس نے لکھا ہے کہ میں سب سے پہلے بہاء اللہ کی قبر پر نماز پڑھنے گیا اور میں نے وہاں سجدہ کیا۔ اِس قدر شرک میں ملوّث ہوتے ہوئے یہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کریم فیل ہو گیا ہے اور اس کی جگہ بہائیت نے لے لی ہے۔ حالانکہ قرآن کریم وہ کتاب ہے جس نے عرب سے بُت شکنی کا قلع قمع کر دیا تھا اور ان کے بڑے بڑے بُت اس نے تُڑوا دیئے تھے۔ لیکن بہائیوں نے دوبارہ بُت پرستی شروع کر دی ہے۔ کون عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ قبر کی مٹی پر سجدہ کرنا کسی کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔

تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول یاد کرو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا بُتوں کی دکان کرتے تھے اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی دکان پر بٹھا دیا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام دکان پر بیٹھے تھے کہ ایک بوڑھا آیا اور اس نے کہا میں نے ایک بُت خریدنا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا سارے بُت آپ کے سامنے پڑے ہیں، آپ ان میں سے کوئی پسند کر لیں۔ اس نے تمام بُتوں پر نظر دوڑائی اور بالآخر ایک بُت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا بیٹا! وہ بُت لاؤ اور مجھے دو۔ وہ بُت اونچا پڑا ہوا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کسی بکس پر چڑھ کر اُس کو اُتارا اور پھر ہنس پڑے۔

اس بوڑھے نے کہا تم ہنسے کیوں ہو؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا یہ بُت ابھی کل مستری بنا کر لایا ہے اور پھر یہ نہ بولتا ہے نہ کسی کو کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ تمہاری عمر 80 سال کے قریب پہنچ چکی ہے اور تمہارے بال سب سفید ہو چکے ہیں، تم اِس بُت کے آگے سجدہ کرو گے تو کیا یہ ہنسی والی بات نہیں ہوگی؟ اُس پر ایسا اثر ہوا کہ وہ اُس بُت کو وہیں چھوڑ کر چلا گیا۔ لیکن بہائیوں کے بزرگوں کو دیکھ لو عباس امریکہ سے آیا تو اس نے سب سے پہلے بہاء اللہ کی قبر پر نماز پڑھی اور اسے سجدہ کیا۔ کیا ایسا مذہب اسلام کے آگے ٹھہر سکتا ہے جس نے عرب سے شرک کو کُلّی طور پر مِٹا دیا اور اس کا ایسا تہس نہس کیا کہ دشمن بھی اس کا اقرار کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ایسے عظیم الشان مذہب کے متعلق بہائیوں کا یہ کہنا کہ اسلام فیل ہو گیا ہے کتنے تعجب کی بات ہے"۔

خطبہ ثانیہ کے بعد حضور نے فرمایا:

"نماز کے بعد میں بعض جنازے پڑھاؤں گا۔

(1) غلام جنت صاحبہ علی پور ملتان کے بیٹے حکیم عزیز الدین صاحب لکھتے ہیں کہ میری والدہ مجھے خواب میں ملیں تو انہوں نے کہا کہ تم نے حضرت صاحب سے میرا جنازہ کیوں نہیں پڑھوایا؟ اس لیے ایک تو ان کا جنازہ پڑھاؤں گا۔

(2) چودھری کھیڑے خاں نمبردار☆ ریاست جموں حال موضع بھلور ضلع سیالکوٹ فوت ہو گئے ہیں۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی تھے۔

(3) ملک امام الدین صاحب سمبڑیال ضلع سیالکوٹ 25 جنوری کو کراچی میں فوت ہو گئے ہیں۔ 27 جنوری کو ان کا جنازہ یہاں لایا گیا لیکن زیادہ دیر ہو جانے کی وجہ سے میں نمازِ جنازہ نہ پڑھا سکا۔ یہ بہت مخلص تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی بھی تھے۔

(4) مولوی عبدالرحمان صاحب جٹ امیر جماعت احمدیہ قادیان اطلاع دیتے ہیں کہ اُن کی خوشدامن صاحبہ فوت ہوگئی ہیں۔ بریلی میں دو تین گھر ہی احمدی ہیں اس لیے نمازِ جنازہ

☆ مسودہ میں یہاں پر نام واضح نہیں۔

میں بہت تھوڑے دوست شامل ہوئے۔

میں نمازِ جمعہ کے بعد یہ چاروں جنازے پڑھاؤں گا''۔

(الفضل 26 فروری 1956ء)

1: وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ (النور:17)

2: فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ۗ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (یونس:17)

3: وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۗ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۗ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ (التوبة:72)